مولانا ڈاکٹر عبدالحکیم اکبری حقانی*

آہ! حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی

راہی دار بقاء ہوئے

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ کے مدرس' استاد حدیث' عظیم ادبی' علمی شخصیت اور مشہور شاعر حضرت مولانا محمد ابراہیم فانیؒ ۲۵ ربیع الثانی ۲۵۔۲۶ مارچ ۲۰۱۴ء کی درمیانی رات کو کڈنی سنٹر حیات آباد ٹیچنگ ہسپتال پشاور میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے راہی دار بقا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جہاں وہ کئی دن سے بغرض علاج داخل تھے' ان کو عرصہ سے شوگر اور گردوں کی تکلیف تھی' ان کی نماز جنازہ دارالعلوم حقانیہ میں ۱۱ بجے حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ و نائب مرکزی صدر وفاق المدارس نے پڑھائی جبکہ ان کا دوسرا جنازہ اسی دن ۳ بجے ان کے آبائی گاؤں زروبی ضلع صوابی میں پڑھایا گیا اور وہیں ان کی تدفین کی گئی۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم فانیؒ' حضرت مولانا عبدالحلیمؒ زروبوی کے فرزند کبیر تھے۔حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب ملک بھر میں اپنے طرز تدریس و تحقیق کی وجہ سے علماء کرام اور طلباء دینی مدارس میں ممتاز مقام کے مالک تھے۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ دین کی خدمت میں مصروف کار ہیں۔ آپ ایک نہایت وجیہہ اور بارعب شخصیت تھے' مزاج میں حددرجہ استغنا تھا۔فرق باطلہ کے لئے سیف بے نیام تھے۔قوت استدلال سے مالا مال تھے۔ دارالعلوم حقانیہ کے قیام کے ابتدائی سالوں کو مستثنیٰ کر کے آپ نے پوری زندگی دارالعلوم حقانیہ میں تدریس کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ آپ دارالعلوم حقانیہ کے صدرالمدرسین کے مقام پر فائز تھے۔ اور ''صدر صاحب'' آپ کی پہچان بن گئی تھی۔حضرت مولانا محمد ابراہیم فانیؒ نے اپنے والد گرامی کے سایہ شفقت اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ کی زیر سرپرستی ان کی حیات ہی میں تکمیل حصول علم کے بعد دارالعلوم حقانیہ ہی میں تدریس کا آغاز کیا تھا اور اپنی حیات مستعار کے آخری لمحات تک دارالعلوم حقانیہ سے اپنا تعلق برقرار رکھا۔ اور وہیں سے ان کا جنازہ اٹھا اور اسی حیثیت سے ان کا حشر ہوگا۔

---

* سابق خطیب جامع مسجد گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک صرف پاکستان ہی نہیں عالم اسلام میں ایک ممتاز علمی‘ دینی ادارے کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان دینی تعلیم گاہوں میں اس کا ممتاز مقام ہے جہاں ہزاروں کی تعداد میں طالب علم زیر تعلیم رہتے ہیں۔ایک ایک کلاس اور درجہ میں سینکڑوں کی تعداد میں طلباء ہوتے ہیں اور جہاں فائنل ایئر (دورۂ حدیث شریف) میں ہزاروں تک تعداد پہنچتی ہے۔دیگر مدارس کی نسبت سے دارالعلوم حقانیہ کا ایک خاص اور امتیازی ماحول ہے یہاں اساتذہ کرام اور طلباء کا آداب واحترامات کے ساتھ ساتھ باہمی محبت‘ خلوص اور برادرانہ تعلق کا جو مظاہرہ کیا جاتا ہے‘ وہ مثالی ہے اور یہ وجہ ہے کہ ایک طالب علم جب دارالعلوم حقانیہ کے اس ماحول سے مانوس ہوجاتا ہے تو اس کا جی پھر کہیں بھی نہیں لگتا۔دارالعلوم حقانیہ کے اسی ماحول کی وجہ سے اس میں ایک کشش اور جاذبیت پائی جاتی ہے جو طلباء کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

اس لئے جب راقم الحروف نے دسمبر ۱۹۷۰ء مطابق شوال ۱۳۹۰ھ میں یہاں داخلہ لیا تو پھر یہیں کے ہوکر رہ گیا اور اگست ۱۹۷۶ء مطابق شعبان ۱۳۹۶ھ میں یہیں سے سند فراغت حاصل کی مگر دور طالب علمی کے اختتام کے بعد ایک علمی ادارے میں تدریس کے عمل کا آغاز تو کیا مگر دارالعلوم حقانیہ اور اس کے اساتذہ کرام اور طلباء سے تعلق میں فرق نہ آیا اور جب بھی تعطیل ہوتی دارالعلوم میں ضرور حاضری دیتا اور اپنے اساتذہ کرام کی زیارت سے دل کو فرحت وسرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کرتا رہتا تھا۔اس دور کے طلباء میں مولانا محمد ابراہیم فانی بھی تھے۔دونوں کا داخلہ دارالعلوم حقانیہ میں ایک سال ہوا تھا۔ان کا ابتدائی درجہ تھا جبکہ راقم الحروف پانچویں درجہ کا طالب علم تھا۔وہ دارالعلوم کے صدرالمدرسین کے صاحبزادے ہونے کی وجہ سے تمام طلباء کی نگاہوں کا مرکز ہوا کرتا تھا۔اور ہر طالب علم ان کو ادب واحترام دیتا تھا۔دوسری طرف وہ ذاتی خوبیوں سے بھی مالا مال تھا۔ان کو ان کی ذاتی خوبیوں‘ ذہانت وقابلیت‘ بے مثال حافظہ‘ شعر وادب سے والہانہ وابستگی نے اساتذہ اور طلبا میں ہر دل عزیز بنادیا تھا۔وہ لطائف بھی سناتے تھے اور نکتہ سے نکتہ پیدا کرنے کا ملکہ بھی رکھتے تھے۔قوت بیان بھی خوب تھا اور ان تمام نسبتوں اور صلاحیتوں کے باوجود کسر نفسی‘ عاجزی اور سادگی ان کی طبیعت ثانیہ تھی۔کبھی یہ جتانے کی کوشش نہیں کرتے تھے کہ وہ استاذ اور وہ بھی صدرالمدرسین کا فرزند ہے ۔ان کی تربیت ہی اس انداز سے ہوئی تھی کہ کبھی اپنے آپ کو امتیازی حیثیت دینا گوارا نہیں کرتے تھے۔ملنسار‘ ہنس مکھ‘ ہروقت خندہ پیشانی سے ملتے اور چلتے چلتے بھی کوئی لطیفہ‘ شعر یا ادبی چٹکلہ ضرور سناتے اور آگے بڑھ جاتے۔ سیاست میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ راقم الحروف دوبار ان کو ترغیب دے کر جمعیۃ طلباء اسلام کے اجلاس میں پشاور لے کر گیا تھا مگر ان کو اس طرف میلان ہی نہ ہوسکا۔۱۹۷۴ء میں جب ملک بھر میں قادیانیت کے خلاف تحریک چلی اور عوامی رابطہ کے لئے دارالعلوم حقانیہ کے طلباء کو دیہاتوں میں بھیجنے کا فیصلہ ہوا اور

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زروبویؒ نے دارالعلوم حقانیہ کی جامع مسجد میں تمام طلباء کوختم نبوت کے عقیدہ کے بارے میں قرآن حکیم کی آیات اوراحادیث نبوی سے مزین وآراستہ تقریرفرما کرایک ایک دلیل طلباء کو ذہن نشین کرایا اور قادیانیت کی تاریخ اور مرزا قادیانی کی مغلطات سے طلباء کوآگاہ کرکے عام مسلمانوں تک یہ باتیں پہنچانے کی تلقین کی اوراس کے لئے طلباء کے گروپ بنائے گئے تو راقم الحروف اورمولانا محمد ابراہیم فانی کی تشکیل ایک گروپ میں ہوئی' ہم روزانہ قریبی دیہاتوں کی مساجد میں جاتے اورصدر صاحب کے بتائے ہوئے دلائل عوام کے سامنے دہراتے اوراس تحریک میں بیداری کی مہم میں شریک تھے۔یہاں تک کہ مسلمانوں کی احتجاجی تحریک کے دباؤ کے نتیجے میں حکومت مجبور ہوئی اوراس نے قومی اسمبلی کی متفقہ قرارداد کی روشنی میں قادیانیت کے کفروارتداد پر سرکاری مہرثبت کردی اور قادیانیوں کوغیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ کیا۔

مولانا محمد ابراہیم فانی صاحبؒ دارالعلوم حقانیہ میں دینی تعلیم کے آغاز سے قبل میٹرک پاس کر چکے تھے اور حفظ بھی مکمل کر چکے تھے۔شعبان ۱۳۹۸ھ مطابق اگست ۱۹۷۸ء میں انہوں نے دورہ حدیث سے تحصیل علم کی تکمیل کی اوراگلے تعلیمی سال شوال ۱۳۹۸ھ مطابق ستمبر ۱۹۷۸ء سے دارالعلوم حقانیہ ہی میں تدریس کا آغاز کیا۔ابتدائی درجات کی کتب کی تدریس سے آغاز کرتے ہوئے دورہ حدیث کی کتب تک ۳۵ سالہ تدریسی تجربہ کے حامل تھے۔آپ ایک کامیاب مدرس شمار کئے جاتے تھے۔فصاحت وبلاغت اور تفہیم کا مادہ وافرمقدار میں ملا تھا۔طلباء کا آپ کی طرف زیادہ رجحان تھے' آپ کے اسباق میں وہ خوشی خوشی سے شریک ہوتے تھے۔اسباق میں آپ کوخوش طبعی' حسن ظرافت اور ادبی چٹکلوں سے مستفید ہوتے تھے۔اس لحاظ سے ان کی موت علمی' ادبی دنیا کے لئے نقصان عظیم ہے۔مگر قدرت کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ان میں کسی بندہ کو کلام کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے بس صرف اپنی محرومی پر افسوس ہوتا ہے۔

جون ایلیا کا شعر ہے:

روز و شب، شام وسحر لوگ چلے جاتے ہیں
نہیں معلوم' تہہ خاک تماشا کیا ہے؟

یہ شاعر کا ایک تخیلانہ سوال ہے' وہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی اپنے کسی پیارے کی موت پر اپنی بے بسی کا اظہار کرتا ہے مگراس سے اعلیٰ تخیل وہ ہے جو حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ نے پیش کیا ہے۔

عجب نیست برخاک اگر گل شگفت
کہ چندیں گل اندام در خاک خُفت

کہ زمین سے رنگ برنگ اورخوشبو دار پھولوں کے اُگنے سے تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان پھولوں سے بھی

پیارے پیارے خوشبودار اور نازک ونفیس انداز لوگ اسی خاک کے سپرد کئے گئے ہیں یہ اسی کا ردعمل ہے۔

ہمارے پیارے دوست' مخلص ومحبّ دوست حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی بھی اپنے دوستوں کو داغ مفارقت دیتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ ورنہ ابھی تو اس نے دوستوں کو خوش رکھنا تھا۔ ہنسنانا تھا اپنی سحر بیانی اور شیریں کلامی سے دوستوں کی محفل کی رونق کو دوبالا کرنا تھا۔ مگر بات پھر آ کر یہاں ٹھہر جاتی ہے کہ قدرت کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں' حکمت ومصلحت سے بھرپور ہوتے ہیں مگر ان کی حکمت ومصلحت کو بھی وہی جانتا ہے' بندہ کا کمال یہ ہے کہ ان کے فیصلوں کے آگے سرتسلیم خم کردے کہ

سرتسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

راقم الحروف مئی ۲۰۱۱ء کو دارالعلوم حقانیہ میں اساتذہ کرام کی زیارت کیلئے حاضر ہوا' حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی صاحب مدظلہ کا مہمان بنا۔ اساتذہ کرام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ مولانا محمد ابراہیم فانیؒ سے ملاقات کے لئے ان کے کوارٹر میں حاضری دی۔ یہ عین ان کے آرام کا وقت تھا مگر پیغام ملتے ہی مہمان خانے میں تشریف لاتے۔ راقم الحروف کو بہت کمزور دکھائی دیئے' پاؤں پر موٹی پٹی بندھی ہوئی تھی' استفسار پر بتایا کہ شوگر نے یہ حال کردیا ہے پاؤں کی چھوٹی انگلی کٹوانی پڑی ہے۔ ان کی صحت کی کمزوری اور بیماری کا حال سن کر طبیعت پریشان ہوئی مگر اس کے چہرے پر پریشانی کے کوئی آثار نہ تھے بقول شاعر

زخموں کے باوجود میرا حوصلہ تو دیکھ
تو ہنس دیا تو میں بھی تیرے ساتھ ہنس دیا

انکے مزاج میں وہی شگفتگی تھی گفتگو کے درمیان میں بار بار کبھی پشتو کے کبھی کبھی اردو فارسی اور عربی کے اشعار پڑھتے اور ان میں بھی وہی برجستگی تھی' وہی بے ساختہ پن تھا جو ان کی خوبی تھی' انہوں نے کچھ اپنا مزاج ہی ایسا پایا تھا۔ احمد ندیم قاسمی کا شعر ہے

کچھ نہیں مانگتے ہم لوگ بجز اذنِ کلام
ہم تو انسان کا بے ساختہ پن مانگتے ہیں

مولانا فانیؒ نے نہایت پاکیزہ مزاج پایا تھا ان کی طبیعت میں فطری طور پر لطافت تھی اور مزاج ومذاق کی فراوانی تھی اور اس میں قدرتی طور پر شگفتگی تھی بقول شاعر

نہ کلی ہے وجہ نظر کشی ' نہ کنول کے پھول میں تازگی
فقط ایک دل کی شگفتگی ' سبب نشاط بہار ہے

موت اگرچہ تلخ ہے مگر ہے ایک اٹل حقیقت اور اس سے کسی کو بھی استثناء نہیں مولانا فانیؒ موت کا تذکرہ بھی

مزے لے لے کر کرتے تھے اور اس کا ایسا نقشہ کھینچتے جیسا کہ مرزا غالب نے کہا ہے

مزے جو موت کے عاشق کبھی بیان کرتے
مسیح و خضر بھی مرنے کے آرزو کرتے

اور جیسے ایک اور شاعر نے اس کا اظہار کچھ یوں کیا ہے۔

زیست کا مجھ پہ یہ حق ہے کہ میں جینا سیکھوں
موت کا کیا ہے جب آئے گی تو مرجاؤں گا

مولانا محمد ابراہیم فانیؒ کی عظمت کا صحیح اندازہ وہ لگا سکتے ہیں جنھوں نے آپ کی صحبت اختیار کی ہو۔آپ کی شاعری میں جدت ہے انقلابی اور رومانوی شاعری کا بہترین امتزاج ہے ان کی نظموں میں قومی درد' نوجوانوں کے لئے ایک تحریک اور خدمت اسلام کا درس پایا جاتا ہے۔وہ قلب مضطر رکھتے تھے اور اس کا اظہار آپ کے اشعار سے ہوتا ہے۔ان کی موت کا افسوس رہے گا۔ ع وہ کیا گئے کہ رفاقت کے سارے لطف گئے

اور شکیب جلالی کا شعر ہے

ہمراہ اپنے رونق محفل لئے ہوئے
وہ کون جا رہا ہے تیری جشن گاہ سے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔آمین

اہم مشاہیر کی وفات

قارئین کرام کو افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ گزشتہ دنوں تین عبقری شخصیات حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ ، بزرگ رہنما تبلیغی جماعت انڈیا ، جناب میاں محمد عارف ایڈوکیٹ ،مرکزی رہنما ونائب صدر جمعیت علماء اسلام اور جناب کرنل محمد اعظم صاحب،سابق رفیق کار ماہنامہ ''الحق'' انتقال فرما گئے ہیں۔انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

تینوں مرحومین کے حوالے سے تعزیتی شذرات ومضامین آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں (ادارہ)